Rooh-e-Tahqeeq, Vol.03, No.03, July – September 2025

عہدِ صدیقی میں فتوحاتِ شام اور اس کے اثرات

The Syrian Conquests and their effects during the Siddiqui Era

Razia Sultana
PhD Research Scholar (Islamic Studies), NCBA&E, Sub Campus, Multan
razia.sultana2480@gmail.com

Dr .Hafiz Muhammad Arshad Habib
Assistant Professor of Islamic Studies, NCBA&E, Sub Campus, Multan
arshadhabib12@gmail.com

Abstract:
Hazrat Abu Bakr al-Siddique(R.A) the first Caliph, in the early Muslim conquests of the Levant (Syria). It argues that the campaign's success was not merely a military operation but a result of his firm faith, strategic vision, and exceptional administrative skills. Hazrat Abu Bakr swiftly consolidates the Muslim community by the ending of Ridda war by Following the Prophet's (ﷺ). He viewed the expedition into Sham as both security and mission to spread Islam. After when initial smaller units set back he launched a large scale multi front invasion. He transfer the military genius Khalid ibn al-Walid (RA) from Iraq to the Syrian front proved decisive, culminating in the pivotal Battle of Yarmuk, it was his strategic decision. No doubt the conquest was largely completed in the era of Caliph Umar's (RA), its foundation _the planning, army mobilization and initial victories were entirely achievements of Abu Bakr's brief but transformative leadership. He was the driving force and architect and altered the course of history.

Keywords:
Abu Bakr al-Siddique, Syria, Leadership, Battle of Yarmuk, Islamic Conquest

تعارف

بلادِ شام کو اسلامی ممالک میں تاریخی حیثیت حاصل ہے، جب بھی ملک شام کی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد شام، لبنان، فلسطین اور اُردن شامل ہیں۔ فلسطین کا شہر بیت المقدس اور شام کا شہر دمشق بلادِ شام میں تاریخی اعتبار سے خاص اہمیت فضیلت رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی ملک شام کی بڑی اہمیت بیان ہوئی ہے:

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ﴾(۱)

ترجمہ: وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنیٰ خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنیٰ بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا۔

یہ اعزاز بھی سرزمین شام کو حاصل ہے کہ اس سرزمین پر بہت زیادہ انبیاء کرامؑ کو مبعوث کیا گیا۔ اسی لیے یہ خطہ خاص فضیلت رکھتا ہے، دین کی دعوت اسی سرزمین سے پھیلی۔ اللہ کے پیغمبروں کی دعوت و تبلیغ کا مرکز بلادِ شام ہی رہا ہے، کئی انبیاء کرامؑ نے مختلف علاقوں سے ہجرت فرمائی اور اس علاقے کو اپنا مسکن بنالیا، جن میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ قابلِ ذکر ہیں، قرآن مجید نے ان کے متعلق واضح بیان کیا ہے:

﴿وَنَجَّیۡنٰہُ وَلُوۡطًا اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا لِلۡعٰلَمِیۡنَ﴾(۲)

ترجمہ: اور ہم اسے اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے آئے جس میں ہم نے جہان کے لیے برکت رکھی ہے۔

بلادشام سے متعلق حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ ''قُلتُ: یَا رَسُول الله، اَيُّ مَسجِدٍ وُضِعَ اَوَّلُ، قَالَ: اَلمَسجِدُ الحَرَامِ، قُلتُ: ثُمَّ اَيٌّ، قَالَ: ثُمَّ المَسجِدَ الاَقصی، قُلتُ: کَم کَانَ بَینَهُمَا، قَالَ: اَربَعُونَ ثُمَّ، قَالَ: حَیثُمَا اَدرَکَتكَ الصَّلَاۃُ فَصلِ وَالاَرضُ لَكَ مَسجِدٌ.'' (۳)

Razia Sultana / H. Muhammad Arshad Habib

ترجمہ: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد الحرام! میں نے عرض کیا، اس کے بعد کون سی؟ فرمایا کہ مسجد الاقصیٰ۔ میں پھر عرض کیا کہ ان دونوں کی تعمیر کا درمیانی فاصلہ کتنا تھا؟ فرمایا کہ چالیس سال۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جائے فوراً نماز پڑھ لو۔ تمہارے لیے تمام روئے زمین مسجد ہے۔

تاریخ اسلام میں جن فتوحات کو عسکری اور تمدنی کامیابی کے طور پر یاد کیا جاتا ہے وہ فتوحاتِ شام ہیں، ان فتوحات نے اسلامی سلطنت کی جغرافیائی وسعت کو نہ صرف ایک پائیدار بنیاد مہیا کی بلکہ طویل المدت تعلقات عالم اسلامی اور عیسائی (رومی) دنیا کے درمیان بنیاد ڈالی۔ شام میں اسلامی فتوحات دور خلافتِ حضرت ابو بکر صدیقؓ (۱۱ھ-۱۳ھ / ۶۳۲ء-۶۳۴ء) میں شروع ہوئیں۔(۴) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں بامِ عروج کو پہنچیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اوّل ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے تاہم انھوں نے دورِ نبوی میں بھی فتوحات میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ عہد نبوی ہی سے شام کی طرف پیش قدمی اس وقت شروع ہوئی جب رومی بادشاہ ہرقل کو نبی ﷺ نے خط لکھ کر دعوتِ اسلام دی، آپ نے بلقاء(۵) کے غسانی حکمران حارث بن ابی شمر غسانی کو بھی مکتوب لکھا جو قیصر کی طرف سے عربوں کا گورنر تھا۔ جب آپ ﷺ نے اسے دینِ حق کی دعوت دی تو وہ نبی پاک ﷺ سے اپنے گھمنڈ کی وجہ سے جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا، جب آپ ﷺ نے قیصرِ روم کے گورنر کو قاصد بھیجا تو شرجیل بن عمر غسانی نے حارث بن عمر ازدیؓ کو گرفتار کر لیا اور پھر شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو یہ بات آپ کو بہت ناگوار گزری، حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا، آپ ﷺ نے مقام موتہ پر فوج کشی کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار کیا، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمادی الاول ۸ھ میں آپ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید کر دیے جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر لشکر ہوں گے اور اگر جعفر بن ابی طالبؓ شہید کر دیے جائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ سپہ سالار ہوں گے۔(۶)

جنگ موتہ میں جب یہ تینوں امراء شہید ہو گئے تو خالد بن ولیدؓ نے لشکر کی قیادت سنبھالی۔(۷) ان علاقوں کے باشندوں پر ان کے کامیاب جنگی کارناموں نے بڑے عمیق اثرات مرتب کیے۔ اس غزوہ کے ذریعے نبی پاک ﷺ نے رومی سلطنت کے خاتمے کی بنیاد رکھی تھی جس نے شام کے مسلمانوں کے دلوں سے اس (رومی) حکومت کے خوف کو نکال دیا اور مسلمانوں کو اعلائے کلمۃ اللہ کی تکمیل کے لیے تیار کیا۔ جنگِ موتہ کو ابھی ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ قیصر نے رومی باشندوں اور اپنے ماتحت عربوں یعنی آلِ غسان پر مشتمل فوج کی فراہمی شروع کر دی، ایک خون ریز اور فیصلہ کن معرکے کی تیاری میں لگ گئے۔(۸)

غزوہ تبوک میں مجاہدینِ اسلام کی راہ نمائی آپ ﷺ نے از خود فرمائی، اس غزوہ سے مسلمانوں کو رومیوں کے جنگی فنون اور ان کی جنگی اہمیت کا اندازہ ہوا، اہلِ شام کو ان غزوات سے دینِ اسلام کے اصول و ضوابط سمجھنے کا موقع ملا اور بہت سے لوگ دینِ اسلام میں داخل ہوئے۔(۹) بعد از رحلتِ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امّت کی قیادت بہت نازک حالات میں سنبھالی، انھوں نے رومی سلطنت کے خلاف شام کی طرف پیش قدمی کو ایک حکمتِ عملی کے طور پر ضروری خیال کرتے ہوئے باقاعدہ مہم کا آغاز کیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نبی پاک ﷺ کے منعقد کردہ اصولوں پر کاربند رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حربی حکمت عملی، دور اندیشی اور قائم کردہ سپہ سالار (خالد بن ولیدؓ، ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور عمرو بن العاصؓ) کی قابلیت نے فتوحاتِ شام کو ممکن بنایا۔

دورِ نبوی ﷺ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عسکری کردار

غزوہ موتہ سے قبل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلم افواج کو تیار کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا اور فوجی سازوسامان فراہم کرنے میں مالی معاونت کی۔(۱۰) رسول اللہ ﷺ نے جب دعوتِ اسلام دی تو حضرت ابو بکرؓ ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے مرد تھے۔ اور جب خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام لائے تو ان کے پاس بہت مال ودولت تھا، چالیس ہزار درہم کے مالک تھے، مگر اللہ کی راہ میں انھوں نے یہ ساری دولت خرچ کر دی۔(۱۱) اسی لیے نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ "مَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ"(۱۲)۔

ترجمہ: ابو بکرؓ کے مال سے مجھے جتنا فائدہ پہنچا ہے اتنا مجھے کسی دوسرے کے مال نے فائدہ نہیں دیا۔

غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے طویل، دشوار گزار سفر اور حلیفِ مشرکین کی زیادتی کے مدِ نظر اللہ کے راستے میں صحابہ کرامؓ کو خرچ کرنے کے لیے بہت اُبھارا۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں کے لیے بہت بڑے ثواب کی خوشخبری ہے، تاہم تمام صحابہ نے اس نیکی کے کام میں اپنی دولت اور طاقت کے مطابق حصہ لیا اور انفاق فی سبیل اللہ میں بھرپور کردار ادا کیا، اس غزوہ میں سب سے زیادہ مال حضرت عثمان غنیؓ نے خرچ کیا۔(۱۳) غزوہ تبوک کے لیے رسول اللہ ﷺ اپنے ہمراہ تیس ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر نکلے، لشکرِ اسلام ثنیۃ الوداع نامی مقام پر رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں جب پہنچا تو آپ ﷺ نے لشکر کے لیے قائدین منتخب فرما کے علم اور جھنڈے عطا کیے، آپ ﷺ نے اس موقع پر سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو لشکر اسلام کا سب سے بڑا علم دیا۔(۱۴) حضرت ابو بکر صدیقؓ غزوہ تبوک کے موقع پر خرچ کرنے کے لیے گھر کا سارا مال لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ" (گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کے آئے ہو؟)۔ عرض کیا! أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ (ان کے لیے اللہ اور اللہ کے رسول کو چھوڑ کے آیا ہوں)۔(۱۵) حضرت ابو بکر صدیقؓ دیگر صحابہ کرامؓ سے افضل اور اچھی حالت میں تھے غزوہ تبوک میں مالی قربانی کلی طور پر مقابلہ بازی سے خالی تھی۔ آپؓ نیکی کرنے میں پہل کرتے تھے اور آپؓ خدمتِ رسول ﷺ میں کسی اور کی نیکی پر نظر نہیں رکھتے تھے۔(۱۶)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا خلافت اور لشکر اسامہؓ

نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کے بیٹے اسامہ بن زیدؓ کو لشکر دے کر شام روانہ کیا مگر جیسے ہی لشکر مقامِ جرف پہنچا تو نبی پاک ﷺ کے وصال کی خبر پہنچی جس وجہ سے اسامہ بن زیدؓ کا لشکر جرف کے مقام پر رُکا اور بعد میں جرف سے مدینہ پہنچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو خلیفہ اوّل نے بھی ارادہ کیا کہ شام پر لشکر کشی کی جائے اور انھوں نے شام والوں سے قتال کا ارادہ کیا چنانچہ آپؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور فرمایا! ہمارے آقا نے ارادہ کر لیا تھا کہ شام میں جہاد کریں اور وہ چاہتے تھے کہ ہمت اور لگن سے کام لیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس عزم سے پہلے ہی آپ کو اپنی طرف بلا لیا، اس لیے آپ لوگوں پر عیاں ہونا چاہیے کہ میں مسلمانوں کے ایک لشکر کو بمع ان کے اہل و عیال شام کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہوں، اللہ کے رسول ﷺ مجھے اپنی وفات سے قبل اس کی اطلاع دے چکے ہیں آپ ﷺ نے مجھے ان الفاظ کو فرمایا تھا:

((زُوِيَ لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا)) (۱۷)

ترجمہ: مجھے زمین دکھائی گئی یعنی مشرق و مغرب کو میں نے دیکھا سو بہت جلد ہی مجھے زمین دکھائی گئی وہ زمین میری امت کی مِلک میں آجائے گی۔

مدینہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کی واپسی چالیس دن بعد عمل میں آئی، ان کی واپسی کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سنان بن الضمریؓ کو مدینہ میں نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے ذی القصہ تشریف لے گئے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے

خود لشکرِ اسامہؓ کو روانہ کیا تھا اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جب دورِ خلافت آیا تو آپ نے لشکرِ اسامہؓ کو بھیجنے کے لیے تیار کیا، بہت سے لوگوں نے لشکرِ اسامہ کو روانہ کرنے سے اعتراض کیا کیوں کہ اُن کی عمر ابھی صرف سترہ سال تھی۔(۱۸) بعض نے تو اسامہ بن زیدؓ کو امیر لشکر بنانے کی مخالفت کی مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہایت پختہ عزم سے فرمایا! "مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھالے جائیں گے تو پھر بھی میں اسامہؓ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہیں روک سکتا جسے رسول اللہ ﷺ نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔ اگر میرے سوا کوئی بھی متنفس باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا۔"(۱۹)

ایک روایت کے مطابق جب اسامہ بن زیدؓ نے لوگوں کو اپنے خلاف دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت ابو بکرؓ کو لشکر کی منسوخی کا کہا، دوسری طرف لوگوں نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ حضرت ابو بکرؓ اسامہ بن زیدؓ کی بجائے کسی تجربہ کار آدمی کو امیر لشکر بنائیں جو اسامہؓ سے عمر میں بڑا ہو۔ جب حضرت عمرؓ نے اسامہ کا پیغام حضرت ابو بکرؓ کو دیا تو انھوں نے فرمایا! "اگر جنگل کے کتے اور بھیڑیے مدینہ میں داخل ہو کر مجھے اٹھالے جائیں تو بھی میں وہ کام کرنے سے باز نہ آؤں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔"(۲۰) جب حضرت عمرؓ نے انصار کا پیغام دیا کہ لشکر کا امیر اسامہؓ سے عمر میں بڑا ہونا چاہیے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ غصّے میں آگئے اور فرمایا! "اے ابنِ خطاب! اللہ تمہاری ماں کا برا کرے کہ تم مر جاتے بھلا جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے اس منصب پر فائز کیا ہے تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں اسے علیحدہ کر دوں۔"(۲۱)

ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق حضرت اسامہؓ نے درون وبلقاء کی وادیوں میں پہنچ کے لڑائی کی۔ چالیس دن بعد رومیوں کو شکست دی اور بہت سا مالِ غنیمت اور قیدی لے کے مدینہ میں واپس آئے۔ اسلام اور مسلمانوں کے لیے نتائج کے لحاظ سے یہ لشکر مفید ثابت ہوا۔ حضرت اسامہؓ رومیوں کے خلاف مدینہ منورہ میں فتح کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے واپس آئے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جسے امیر لشکر اپنی زندگی میں مقرر کیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق نے باوجود مخالفت کے اسے بدستور امیر لشکر قائم رکھا، وہی فاتح بن کر مدینہ کی سرزمین پر واپس آیا۔

لشکرِ اسامہؓ کے بعد بلادِ شام میں مذہبی، معاشی اور معاشرتی اثرات

اسلامی سلطنت کے رعب ودبدبے سے شام کے عرب قبائل بے حد مرعُوب ہو گئے اور وہ پریشان رہنے لگے۔ لشکر اسامہؓ کی کامیابی اور مدینہ واپسی پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مع انصار ومہاجرین کے لشکر کا استقبال کیا۔ اپنی اچھی شہرت سے اس لشکر نے وہ کارنامہ دکھایا جو ان کی تعداد اور قوت کی وجہ سے وہ نہ کر سکے تھے اس لشکر کی وجہ سے مرتدین کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے۔ مزید یہ کہ لشکرِ اسامہؓ کی روانگی کا سب سے بڑا مذہبی اثر یہ ہوا کہ باوجود نبی پاک ﷺ کی وفات کے اپنے عزم اور جہادِ مشن پر اسلامی ریاست قائم رہی۔(۲۲) اس سے مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور اس سے مزید لشکر تیار کرنے میں مدد ملی۔ اس سے مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور اس سے مزید لشکر تیار کرنے میں مدد ملی۔(۲۳) اس لیے جو بلادِ شام کی سرحد تک پھیلے ہوئے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے منصوبے بنا رہے تھے اپنے ارادوں سے باز رہے۔ اس لشکر نے وہ کارنامے دکھائے کہ جمع ہونے والے دشمنوں کو تتّر بتّر کر دیا۔ مسلمانوں کے خلاف جو لوگ منصوبے بنا رہے تھے صلح کے معاہدے کرنے پر تیار ہو گئے۔ اس طرح مسلمانوں کی دہشت نے تلوار اٹھائے بغیر کام دکھا دیا۔ عربوں کے تمام قبائل پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔ اب وہ آپس میں مل جل کر رہنے لگے، ان کی عبادت گاہوں کے اندر ان کو عبادت کی بلا تکلیف اجازت دی گئی، یہ دعوت اسلام کے نظامِ عدل اور رحم دلی کی بہت واضح دلیل تھی۔ مدینہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں امن وامان کی فضاء سے معاشرے میں استحکام پیدا ہوا۔(۲۴)

لشکر اسامہؓ کی مہم بنیادی طور پر اطاعتِ رسول ﷺ عسکری اور نفسیاتی کامیابی تھی۔ مسلمانوں کے لیے اس لشکر کی

روانگی کسی بڑی نعمت سے کم نہ تھی، اس مہم سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کو ہر قسم کا معاشی اور عسکری اعتماد حاصل ہوا ،جس نے بعد میں ہونے والی فتوحات کی راہ ہموار کر دی۔ ان تمام حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مشکل حالات میں سب سے زیادہ دانشمند اور عمیق نظر ہونے کے سبب فاتح رہے۔ نوجوانوں کے کردار کی اہمیت اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے جیشِ اسامہ بڑی اہمیت رکھتا ہے، نبی آخر الزماں ﷺ نے اس دور کی سپر پاور روم سے جنگ کے لیے اسامہؓ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کی مخالفت اور تنقید کے باوجود حضرت اسامہ کو لشکر کا امیر بر قرار رکھا۔

رومیوں سے جنگ کے لیے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مشاورت اور جنگ فراض

لشکرِ اسامہ کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ نے فتح شام کے لیے لشکر روانہ کرنے کا عزم کیا تو انھوں نے حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو مشورہ کے لیے طلب کیا، آپ کی خدمت میں جب یہ حضرات حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ کی ہم پر بے شمار نعمتیں ہیں اور ان نعمتوں کا بدلہ ہمارے اعمال نہیں اتار سکتے، اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے جس نے تمہیں متحد و متفق کیا، تمہاری ذاتی دشمنیاں ختم کیں، اسلام کی تمہیں ہدایت عطا فرمائی اور شیطان کو تم سے دور کیا، اب تمہاری طرف سے شیطان کو شرک میں مبتلا ہونے کی امید نہیں رہی، تم نہ کوئی اور معبود بناؤ گے عرب آج ایک متحد امّت ہے جو ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، میں نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے تمہیں شام بھیجنے کا ارادہ کیا ہے اس میں جو مارا گیا وہ شہید ہے، نیک کام کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہترین بدلہ تیار کر رکھا ہے، زندہ رہنے والا دین اسلام کا دفاع کرتے ہوئے زندہ رہے گا، اور مجاہدین کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ پر واجب کرنے والا ہو گا، یہ میری رائے ہے اب آپ میں سے ہر کوئی اپنی رائے بیان کرے، یہ سن کر حضرت عمر بن خطابؓ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اپنی مخلوق سے جسے چاہتا ہے خیر و برکت سے نوازتا ہے، اللہ کی قسم! ہم نے آپ کے ساتھ جس معاملہ میں بھی مقابلہ کیا اس میں آپ ہمیشہ برتری لے گئے، اللہ کا یہ خاص کرم و عطا ہے، جسے وہ چاہتا ہے نوازتا ہے، اللہ آپ کو ہدایت کے راستوں کی مزید سعادت بخشے، رومیوں پہ لشکروں پر لشکر روانہ کریں۔ ان پر سوار اور پیدل لشکروں کے ساتھ حملہ کریں بے شک اپنے دین کی اللہ مدد کرے گا، مسلمانوں اور اسلام کو عزت بخشے گا اور اپنے نبی ﷺ سے کیا ہو اوعدہ پورا کرے گا"۔

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کھڑے ہو کر عرض کی!" یا خلیفۃ الرّسول! رومی بے شک بڑی مضبوط طاقت اور اعلیٰ جنگی صلاحتیوں کے مالک ہیں واللہ! میری رائے کے مطابق چھوٹے لشکر روانہ کریں گھڑ سواروں کی بجائے، باری باری آپ لشکر روانہ کریں ایسا کرنے سے مسلمانوں کو مال غنیمت کے ساتھ جنگی قوت حاصل ہو گی، آپ لشکر کی قیادت خود کریں یا لشکر کسی کی قیادت میں روانہ کریں اور ان پر بھر پور طاقت سے حملہ کریں۔"

حضرت عثمانؓ نے عرض کیا۔"میری رائے میں آپؓ مسلمانوں کے ہمدرد اور ان پر مشفق ہیں آپؓ جب کوئی عمدہ خیر خواہی اور رشد و ہدایت والی رائے کو پسند کریں تو آپ اس پر پورے ارادے کے ساتھ عمل کریں آپ کے اخلاص اور خیر خواہی پر مکمل اعتماد ہے۔"اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا:"لوگوں میں اعلان کر دیجیے کہ وہ رومی دشمنوں سے جنگ کے لیے شام روانہ ہونے کی تیاری کریں۔(۲۵)

محرکاتِ فتوحات کی نسبت سے دیکھا جائے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ حکومت کے آغاز میں فتنہ ارتداد اور منکرین زکوٰۃ کے ساتھ متعدد جنگیں ہوئیں۔ مقامِ ابرق میں عبس و ذبیان، بنو بکر و بنو ثعلبہ بن سعد کے ساتھ سخت مقابلہ ہوا، مرتدین کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔ ابرق رملہ اور بیتِ جبرین کے درمیان فلسطین کا ایک شہر ہے، ابو عبیدہ بن الجراحؓ، یزید بن ابی سفیانؓ اور شرجیل بن حسنہؓ نے مل کر اجنادین کے رومیوں کا مقابلہ کیا۔(۲۶)

جنگِ فراض: فراض شام اور عراق کے راستے پر ایک جزیرہ ہے۔ ذیقعد ۱۲ھ میں رومیوں نے ایرانیوں سے مل کر جنگ کی۔ دریائے فرات مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان تھا۔ چنانچہ رومیوں نے خالد بن ولید سے کہا کہ " یا تو تم دریا پار کر کے ہماری طرف آؤ یا ہمیں دریا عبور کر کے آنے دو" خالد بن ولیدؓ نے جواب میں کہا۔ " فرات کو تم ہی عبور کر کے آؤ۔" رومی لشکر نے اس پر خالد بن ولیدؓ سے کہا کہ آپ ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ، خالد بن ولیدؓ نے ان کے مطالبے کو منظور نہیں کیا، تاہم رومی لشکر نے بڑی مشکل سے دریا کو عبور کر لیا اور خالد بن ولیدؓ کے مقابلے میں جنگ شروع کر دی۔ (۲۷)

دریا عبور کرنے کے بعد ایک خون ریز جنگ چھڑی، مسلمانوں کے لشکر میں اللہ اکبر کی صدا پر خون ایسے جوش مارنے لگا جیسے لڑائی سے پہلے تھا۔ آخر کار اللہ نے دشمنِ اسلام کے لشکر کو مکمل طور پر شکست سے دوچار کیا، کچھ رومی بھاگ گئے۔ خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوج کو حکم دیا کیا ان کا تعاقب کریں۔ جنگِ فراض میں ایک لاکھ رومی لقمہ اجل بنے۔ (۲۸)

فتح بُصریٰ اور جنگِ اجنادین

فتح بُصریٰ: شرجیل بن حسنہ کو حضرت ابو عبیدہؓ نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا، روماس ان دنوں بُصریٰ (حوران کا صدر مقام) کا حاکم تھا۔ (۲۹) شرجیل بن حسنہ اور روماس کے درمیان گفتگو ہوئی تو بُصریٰ سے روماس نے شرجیل بن حسنہؓ کو فوج کی کم تعداد کی وجہ سے واپس جانے کا کہا، جس پر شرجیل بن حسنہ نے کہا کہ ہم پر جہاد فرض ہے ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک تم اسلام قبول نہ کر لو یا جزیہ ادا کرو یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ (۳۰) روماس نے اسلام کو دین برحق کہا مگر اکیلے فیصلہ کرنے سے اپنی قوم سے ڈرتا تھا، رومیوں نے لڑنے کو ترجیح دی، بارہ ہزار رومی فوج نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، اچانک خالد بن ولیدؓ اور عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں داخل ہوئے۔ خالد بن ولیدؓ نے جنگی حکمتِ عملی کو اپناتے ہوئے شام کے راستے میں آنے والے سب سے بڑے شہر "بُصریٰ" کے سامنے خیمہ زن ہوئے۔ اس دوران دیگر قائدینِ اسلام کے لشکر بھی مدد کے لیے پہنچ گئے۔ اہلِ شہر نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور ہتھیار ڈال دیے اس شہر کی فتح مصلحت سے ہوئی۔ (۳۱)

روماس نے اس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے مسلمانوں کو بہت زیادہ اسلحہ فراہم کیا جو اس کے گھر موجود تھا، عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے ہاتھوں دریجان قتل ہوا، خالد بن ولید نے میدان میں آتے ہی شہر کو فتح کر لیا، بعض کے مطابق یزید بن ابی سفیانؓ اس جنگ کے قائد تھے کیونکہ یہ دمشق کی علمداری میں تھا۔ وہ اس کے والی اور قائد تھے۔ بُصریٰ کے لوگوں نے بھی مسلمانوں سے اس طرز پر صلح کر لی کہ وہ مسلمانوں کو جزیہ دیں گے اور مسلمان ان کی جانوں اور ان کے اموال اور اولاد کو امان دیں گے۔ (۳۲)

فتح بُصریٰ کے بعد مذہبی، معاشی اور معاشرتی اثرات

مسلمانوں کے سامنے اہلِ بُصریٰ نے ہتھیار ڈال دیے، اس لیے اس شہر کی فتح مصلحت سے ہوئی۔ مسلمانوں کو رومی علاقوں میں پیش قدمی کا راستہ مل گیا، مساجد کی تعمیر کی گئی۔ (۳۳) اہلِ بُصریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا، جس وجہ سے اسلامی معیشت میں استحکام آیا۔ زرعی زمینوں کی آمدن بیت المال میں جانے کی وجہ سے عام لوگوں کی فلاح و بہبود کے کام کیے جاتے تھے۔ اسی لیے جزیہ اور خراج کے نظام میں بہتری آئی۔ (۳۴) مسلمانوں نے بُصریٰ کے لوگوں کو ان کی جانوں، اموال اور اولاد کو امان دی۔ تہذیب و ثقافت میں اضافہ ہوا اور آپس میں میل جول میں بہتری آئی، اسلامی حکومت کو رومی حکومت کے بدلے میں ترجیح حاصل ہوئی۔ (۳۵)

جنگِ اجنادین: دورِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۳ھ میں شام کے علاقے فلسطین میں اجنادین کے مقام پر بازنطینی (رومی) سلطنت کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی، جنگ اجنادین کو تاریخ اسلام کی ابتدائی بڑی جنگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت

ابو عبیدہؓ نے اپنے آپ کو مقام ساق پر رکھنے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو مقدمۃ الجیش میں رہنے کا مشورہ دیا، دمشق میں ایک بڑی قدرو منزلت رکھنے والا جرنیل بولص بن بلقا تھا جو اپنی شجاعت کا بہت دعویٰ کرتا تھا۔ دمشق میں بادشاہ اپنے مسائل اس سے حل کرواتا تھا۔ ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت ابو عبیدہؓ وہیں عورتوں اور بچوں کے ساتھ رہے اور حضرت خالد بن ولیدؓ لشکر کو لے کر روانہ ہوئے۔ بولص نے ان کا تعاقب کیا اور اس کے بھائی پطرس نے حرم کی طرف حملہ کیا اور عورتوں کو گرفتار کر کے دمشق لوٹ گیا، بولص نے ابو عبیدہؓ کے لشکر پر چھ ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی بھرپور مقابلہ کیا اور جنگ جاری تھی کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ ایک ہزار سواروں کے ساتھ پہنچے اور ان کے بعد حضرت ضرار بن ازورؓ اور قیس بن ہبیرۃ المرادیؓ ایک ہزار فوج کے ساتھ پہنچے۔ مجاہدینِ اسلام نے پرزور حملہ کر کے صلیبیوں کو جھکا دیا۔ گرفتار ہونے والی عورتوں میں حضرت ضرارؓ کی بہن حضرت خولہؓ بھی تھیں۔ اس نے سخت مقابلہ کے بعد ہرقل کے بھائی پطرس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شام پر جب سے مسلمانوں نے لشکر کشی کی تو بولص نے ان سے لڑنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ وہ بادشاہ کی نظر میں اچھا بننے کے لیے تیار ہوا۔ اس نے چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ ابو عبیدہؓ پر حملہ کر دیا۔ بولص کا بھائی پطرس فوج کے ساتھ بڑھا۔ بلاذری کے مطابق رومیوں نے الیاقومہ میں فوج اکٹھی کی۔ مسلمانوں نے ان کو وہیں جا پکڑا اور ان کو ہزیمت سے دوچار کیا اور ان کو منتشر کر کے بھگا دیا ان میں سے بہت زیادہ کو قتل کر دیا اور باقی بھاگ کر مدن الشام میں چلے گئے۔(۳۶)

حضرت شرجیل بن حسنہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو جیسے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ کا خط ملا وہ اپنی اپنی فوجوں کے ہمراہ مسلمانوں کی مدد کے لیے اجنادین پہنچ گئے۔ حضرت ضحاکؓ کے مطابق:"میں نے آج تک اس سے زیادہ رومیوں کا لشکر اور اتنا زیادہ اسلحہ نہیں دیکھا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کی فوج میں آ کر خطاب کیا فرمایا مسلمانو! فوج جس قدر آج تمہارے مقابلے کے لیے موجود ہے اس کے بعد تم نہیں دیکھو گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے ہاتھ سے ہزیمت دی تو ان کے بدلے میں کوئی تمہارے مقابلے میں نہیں آسکتا۔ تمہیں جہاد میں جان توڑ کوشش کرنی چاہیے۔ دینِ خدا کی آبرو رکھو۔"(۳۷)

حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمان لشکر کے چار حصے (میمنہ، میسرہ، قلب اور ہراول) کیے۔ ہراول کے دو حصے ایمن اور ایسر کیے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو میمنہ کی کمان، سعید بن عامرؓ کو میسرہ، نعمان بن مقرنؓ کو ہراول ایمن اور شرجیل بن حسنہؓ کو ہراول ایسر کے سردار کے لیے منتخب کیا۔ حرم اور بچوں کی حفاظت کے لیے ساق پر یزید بن ابی سفیانؓ مامور تھے۔ خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کی صفوں میں آ کر ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کی ترغیب دی۔ اس کے متعلق قرآن میں آیت ہے۔: ﴿اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾(۳۸)

ترجمہ: ثابت قدم رہو، مقابلہ میں مضبوطی دکھاؤ اور ٹھہرے رہو اللہ سے ڈرو، شاید تم فلاح پاؤ۔

جب لڑائی شروع ہوئی تو ایک پادری نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے پوچھا کہ آپ ہی قوم کے امیر ہیں تو انھوں نے کہا کہ میں جس وقت تک اللہ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی سنت پر قائم ہوں اس وقت تک مجھے ہی یہ لوگ اپنا امیر مانتے ہیں، اگر میں ایک گھڑی کے لیے ان تمام باتوں سے انحراف کر دوں تو ان پر اس وقت میری اطاعت اور حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ پادری نے کہا تم ہم پر غالب اور فاتح اسی لیے ہو۔ رومیوں کی فوج اجنادین کے مقام پر نوے ہزار تھی۔ پچاس ہزار سے زیادہ اِسی دن قتل ہوئے، بعض نے لڑائی کے گرد و غبار میں ایک دوسرے کو ہی قتل کر دیا، بعض نے دمشق کا رخ کیا اور بعض قیساریہ چلے گئے۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، سونے، چاندی کی صلیبوں کے ساتھ مسلمانوں کو اجنادین میں جتنا مالِ غنیمت ملا اتنا پہلے کسی لڑائی میں نہیں ملا تھا۔(۳۹)

جنگِ اجنادین کے بعد مذہبی، معاشی اور معاشرتی اثرات

اس فتح کے بعد شام کے لیے مسلمانوں کو داخلی علاقوں میں فیصلہ کن پیش قدمی کا راستہ مل گیا۔ یہ جنگ شام کی مکمل فتح کی بنیاد ثابت ہوئی۔ فتح کے بعد مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کیا اور ان کے مذہبی حقوق کو تحفظ دیا۔ نئے فتح ہونے والے علاقوں میں مساجد تعمیر کی گئیں۔(۴۰) مسلمانوں کے پاس اس جنگ کی وجہ سے بہت زیادہ مالِ غنیمت جمع ہوا، جس وجہ سے بیت المال میں بہت اضافہ ہوا۔ مسلمانوں کو بطورِ غنیمت اسلحہ اور قیمتی سامان ملا، جس سے نہ صرف فوجی مہمات بلکہ عوامی بہبود کے کاموں کے لیے بھی فنڈز مہیا ہوئے۔(۴۱) مقامی عیسائی آبادی کے ساتھ پر امن رویہ اختیار کیا جس وجہ سے رومیوں نے رومی حکومت کے مقابلے میں اسلامی حکومت کو ترجیح دینا شروع کی۔ مسلمانوں اور مقامی شامیوں کے درمیان ثقافتی اور تہذیبی میل جول شروع ہوا اور یہ علاقہ تہذیب و ثقافت کا گہوارہ بن گیا۔(۴۲)

بلادِ شام میں فتح اجنادین سے ایک نئی تہذیبی ریاست کا آغاز ہوا، اسلام کے لیے مذہبی طور پر راہ ہموار ہوئی، اسلامی خلافت مزید مستحکم ہوئی اور پُر امن معاشرے کی بنیاد رکھی گئی، صرف اجنادین تک یہ اثرات نہیں تھے بلکہ پورے ملک شام میں اس کے اثرات مرتب ہوئے۔

جنگِ یرموک اور عیسائی جرجہ کا قبول اسلام

ہرقل کو جب مسلمانوں کے حمص، رستن اور شیرز کو فتح کرنے کی خبر پہنچی تو اسے یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔ اس نے صور، اعکار، طرابلس، بیروت اور طبریہ کی حفاظت کے لیے ایک لشکر مرتب کر کے قیساریہ (ساحل شام) روانہ کیا۔ دوسرا لشکر غرضِ حفاظت بیت المقدس کی طرف روانہ کیا اور خود قوم ماہان کا انتظار کرنے لگا۔ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے سب سے زیادہ فوج والئی ارمن نے تیار کی تھی۔ ہرقل نے خود والئی ارمن کا استقبال کیا۔ مگر بعد میں اعیانِ سلطنت نے کہا کہ سب سے اچھی فوج اور ہر طرح کا اسلحہ ہونے کے باوجود آپ لوگوں نے ان سے شکست کھائی جن کے پاس آدمی اور ہتھیاروں کی کمی تھی۔ اجنادین، دمشق، بعلبک اور حمص میں بھی تم مغلوب ہوئے۔ باشاہ کے ان الفاظ نے سب پر سکتہ طاری کر دیا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ تاہم ایک بوڑھا پادری جو ماہر علم نصاریٰ تھا اس نے کھڑے ہو کر بادشاہ کو کہا! اے بادشاہ! یہ محض اس لیے ہے کہ اپنے دین میں ہماری قوم نے تغیر اور ملت و مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ اس کا انکار کر دیا ہے جو مسیح حضرت عیسیٰ لائے تھے۔ ظلم و جور، ناانصافی حد سے بڑھ گئی ہے۔ عرب اپنے رب کے فرماں بردار، پختہ ایمان والے، راتوں کو عبادت کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے، اپنے رب کے ذکر سے غافل نہ رہنے والے اپنے نبی پر ہمہ وقت دُرود بھیجتے ہیں، جہاں ظلم و جور نہیں ہے نہ کسی کے ساتھ تفریق ہے عبادت اور سچائی ان کا شعار ہے۔(۴۳)

ہرقل رومیوں کے بلانے پر حمص آیا اور رومیوں کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ پانچ بادشاہوں کی زیرِ نگرانی ہرقل نے پانچ لشکر تیار کیے۔ بلقاء کی طرف عمرو بن العاصؓ کے مقابلہ میں شقیقہ تذارق (اپنے حقیقی بھائی) کو نوّے ہزار مع فوج کے روانہ کیا۔ اُردن کی طرف شرجیل بن حسنہؓ کے مقابلہ میں دراقص کو مع پچاس ہزار فوج کے، جابیہ کی طرف ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے مقابلہ میں قیقلان بن نسطورس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔(۴۴) دشمن کی تیاری سے مسلمان خوف زدہ ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا اللہ اکبر! دشمنوں پر فتح کی خوش خبری ہے اس کے بعد آپ نے قرآن کی تلاوت فرمائی: ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾(۴۵)

ترجمہ: اکثر جگہ تھوڑی سی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب ہو گئی ہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

عکرمہ کے چھ ہزار سپاہی چھوڑ کر ان کی فوج اکیس ہزار تھی۔ عمرو بن العاصؓ نے سب کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ یرموک کے مقام پر جمع ہونے کا سب نے فیصلہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی لشکر کو وہی ہدایت

دی جو حضرت عمرؓ نے دی تھی۔ انھوں نے ایک لشکر بن جانے اور اطاعت خداوندی کا حکم دیا۔ گناہوں سے ہمیشہ دور رہنے اور یرموک میں مع فوج کے ادائیگی نماز کا کہا۔ ابو بکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کو عراق سے شام پہنچنے کا کہا کہ مدد کے لیے پہنچو۔ رومیوں نے بھی مدد کے لیے باہان کو طلب کیا۔ خالد بن ولیدؓ اور باہان کا آمنا سامنا ہوا۔ لڑائی شروع ہوئی اور باہان نے شکست کھائی۔ اور اس کے یکے بعد دیگرے دوسرے رومی بھی ہزیمت کا شکار ہوئے۔ رومیوں کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی۔ مسلمانوں کی تعداد چھتیس ہزار بشمول نو ہزار خالد کے ساتھیوں کے۔(۴۶)

شام کے امراء کے لیے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے علیٰحدہ علیٰحدہ شہروں کا انتخاب کیا۔ ۱۔ حمص کے لیے ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن الجراحؓ۔ ۲۔ دمشق کے لیے یزید بن ابی سفیان ؓ۔ ۳۔ اردن کے لیے شرجیل بن حسنہؓ۔ ۴۔ فلسطین کے لیے عمرو بن العاصؓ، علقمہ بن حجزؓ۔ خالد بن ولیدؓ نے جب یہ دیکھا کہ تمام مسلمان امراء آزادانہ اپنی اپنی فوج کو لے کر دشمن سے لڑ رہے ہیں تو انھوں نے دینِ خدا کی سربلندی کے لیے سب کو متحد ہو کر لڑنے کا مشورہ دیا۔ مسلمانوں کا لشکر چھیالیس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ خالد بن ولیدؓ نے شام کے راستے میں عین التمر، صندودا، ارکتہ، قصم / قثم، تدمر، القریتین، بعلبک و بصریٰ (حوران کا صدر مقام) اور مرجِ راہط کو فتح کرتے ہوئے بُصریٰ پہنچے۔(۴۷)

خالد بن ولیدؓ نے امراءِ لشکر کو متحد رہ کر عہدہ کو باری باری انجام دینے کا مشورہ دیا کہ ہر روز ایک نیا امیر ہو گا۔ اس طرح سب کو امیر لشکر بننے موقع ملے گا لہٰذا آج مجھے امیر بنا دیں۔ سب نے خالد بن ولیدؓ کی تجویز کو قبول کر کے ان کو امیر لشکر بنایا۔ پھر خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوج کو نئی تربیت دی تاکہ دشمن کے سامنے مسلمان لشکر کی کم تعداد زیادہ نظر آئے۔ قلب کے دستوں پر ابو عبیدہؓ، میمنہ کے دستوں پر شرجیل بن حسنہؓ کو، میسرہ کے دستوں پر یزید بن ابی سفیانؓ اور عراق کے دستے پر قعقاع بن عمروؓ تھے۔ ایک شخص نے خالد بن ولیدؓ سے رومیوں کی جنگ میں مسلمانوں کے مقابلے میں کثرتِ تعداد کا ذکر کیا۔ تو انھوں نے کہا کہ فوجیں نصرت سے کثیر اور ناکامی سے قلیل ہوتی ہیں، نہ کہ آدمیوں کی تعداد کے۔

جرجہ کا قبول اسلام

خالد بن ولیدؓ نے جرجہ کو میدان جنگ میں سوال و جواب کے بعد دعوتِ اسلام دی۔ تو جرجہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص تمہاری دعوت کو قبول نہ کرے تو خالد بن ولیدؓ نے کہا وہ جزیہ ادا کرے۔ ہم اس کے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔ جرجہ نے پھر پوچھا اگر وہ جزیہ بھی ادا نہ کرے تو پھر خالد نے کہا ہم اعلانِ جنگ اس کے خلاف کریں گے۔ اور اس کے بعد اس سے لڑیں گے۔ جرجہ نے پوچھا اس شخص کا کیا درجہ ہو گا جو آج تمہاری اس دعوت کو قبول کرے۔ خالد بن ولیدؓ نے جواب دیا ہم پر اللہ نے جو فرائض عائد کئے ہیں اس نسبت سے اعلیٰ و ادنیٰ اور اول و آخر سب مساوی اور یکساں ہیں۔ جرجہ نے خالد بن ولیدؓ سے جب باتیں سنیں تو اس نے کہا میں آپ کی صداقت کو تسلیم کرتا ہوں پھر اس نے خالد بن ولیدؓ سے کہا کہ مجھے آپ اسلام کی تعلیم دیں اور اس نے اپنی ڈھال پلٹ دی۔ جرجہ خالد بن ولیدؓ کے ساتھ خیمہ میں آیا خالدؓ نے اسے غسل کروایا پھر اس نے دو رکعت نماز ادا کی۔(۴۸)

مسلمان ہونے کے بعد جرجہ نے بھی جنگِ یرموک میں مسلمانوں کی طرف سے رومیوں کے ساتھ لڑائی کی اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رومی آخر کار پسپا ہو گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ جنگِ یرموک کے دوران ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ کا وصال ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس جنگ میں بہت سامالِ غنیمت حاصل کیا۔

جنگِ یرموک کے بعد بلادِ شام پر مذہبی، معاشی اور معاشرتی اثرات

بلادِ شام میں جنگِ یرموک کے بعد اسلام کو وسعت ملی اور تیزی سے پھیلنا شروع ہوا، عیسائیوں کے ساتھ معاہدے کیے گئے جن میں ان کے گرجا گھروں کی حفاظت بھی شامل تھی۔ عیسائیوں کے ساتھ "ذمی" معاہدہ کیا گیا، ان کی

مذہبی آزادی اور ان کے جان و مال کے تحفظ کے لیے ان پر جزیہ عائد کیا گیا۔(۴۹) مالِ غنیمت (جنگ کے نتیجے میں حاصل ہونے والے ہتھیار، دیگر جنگی ساز و سامان) مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس وجہ سے مسلمانوں کی معیشت میں استحکام آیا، اسلامی ریاست کے قبضے میں آنے والی ذرعی زمینوں کو مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا، ان زمینوں کی تمام آمدن بیت المال میں جاتی تھی۔ جو عام مسلمانوں بہتری کے لیے خرچ ہوتی تھی، اس طرح جزیہ، خراج کا نظام عمل میں آیا۔(۵۰) یرموک میں فوجی چھاؤنیاں حمص اور دمشق جیسے اہم مراکز وجود میں آئے، مسلمان خاندان عرب سے آکر شام میں آباد ہوئے۔ نئی عمارتوں کی تعمیر کی گئی، مختلف علاقوں سے قبائلی عصبیت کا خاتمہ ہوا، عربی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ ملا۔ عربی ثقافت اور رسوم و رواج معاشرے میں واضح ہوئے اور نئے شہر وجود میں آئے۔(۵۱)

نتائج البحث

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد فتوحاتِ شام کا ایک نیا دور شروع ہوا، جب حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے نبی کریم ﷺ کے قائم کردہ لشکر کو جس کی قیادت اسامہ بن زید نے کی، باوجود مخالفتِ صحابہ کے اس لشکر کو روانہ کیا۔ یہ کامیابی آپ کی دور اندیشی، مضبوط ایمان اور مؤثر صلاحیتوں کا نتیجہ تھی۔ ریاست کی سلامتی اور تبلیغ اسلام کے لیے شام کی یہ مہم بڑی اہم ثابت ہوئی۔ جنگِ اجنادین آپ کے دور میں بڑی اہم جنگ ثابت ہوئی۔ یہ شام کی سب سے پہلی فتح تھی۔ چھوٹے دستوں کے بعد آپ نے عراق سے خالد بن ولید کو شام آنے کا حکم دیا۔ خالد بن ولید نے شام کے راستے میں بہت سی فتوحات کیں۔ خالد بن ولید نے ابو عبیدہ سے مل کر فتوحات حاصل کیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور حکومت میں بلاد شام کی فتوحات بعد میں آنے والی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں، ان فتوحات کے بہت زیادہ مذہبی، معاشی اور معاشرتی اثرات مرتب ہوئے۔ بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے، جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہے انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا، عربی ثقافت اور نئے رسوم و رواج کو فروغ ملا۔ خراج کے نظام میں بہتری آئی، جس کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق کے کردار کو ہمیشہ کے لیے یاد رکھا جاتا ہے۔ لشکر اسامہ کو شام میں بھیجنے کی وجہ سے مرتدین کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، اور لشکر اسامہ نے وہ کام کیا جو وہ پہلے نہ کر سکتے تھے، کیونکہ اس لشکر کہ وجہ سے نبی پاک ﷺ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت آیا جس سے مسلمانوں کی معیشت مستحکم ہوئی۔ جو لوگ مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے وہ معاہدہ صلح پر تیار ہوگئے۔ اور پھر شام میں امن و امان کی فضا قائم ہوئی۔ اہلِ بُصریٰ نے ہتھیار ڈال دیے اور جزیہ دینا قبول کر لیا، مصلحت کے تحت فتح ہوئی، ان کے جزیہ کے بدلے مسلمانوں نے ان کی جانوں، اموال اور اولاد کو امان دی۔ نئے فتح ہونے والے علاقوں میں مساجد کی تعمیر کی گئی۔ مسلمانوں اور مقامی شامیوں کے درمیان ثقافتی اور تہذیبی روابط شروع ہوئے جس کی وجہ سے تہذیب و ثقافت کا گہوارہ بن گیا۔ اسلام کو وسعت ملی جس وجہ سے اسلام تیزی سے پھیلنے لگا، عیسائیوں کے ساتھ ذمی کا معاہدہ کیا گیا اور ان پر جزیہ عائد کیا گیا۔ مسلمانوں نے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، حمص اور دمشق جیسے اہم مراکز قائم ہوئے، قبائلی عصبیت کا خاتمہ ہوا، عربی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ ملا۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) بنی اسرائیل:۱۷ :۱

(۲) الانبیاء :۲۱: ۱۷

(۳) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری ،(مصر: دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۲۲ھ) باب کتاب المغازی، ح:۳۴۲۵

(۴) ابنِ خلدون عبد الرحمٰن بن محمد، تاریخ ابن خلدون، (بیروت، دارالحیاء التراث العربی، س ن)،۱۸۱۔

(۵) بلقاء دمشق کا ایک صوبہ ہے جو شام اور وادی القریٰ کے درمیان واقع ہے اس کا دارالحکومت عمان ہے۔

(۶) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، باب کتاب المغازی، ح:۴۲۶۱

(۷) ابنِ خلدون عبد الرحمٰن بن محمد، تاریخ ابن خلدون، ۱۲۶۔

(۸) صفی الرحمنٰ مبارک پوری، الرحیق المختوم، (لاہور: مکتبہ، سلفیہ، س ن)، ۵۸۰۔

(۹) ایضاً۔

(۱۰) محمد بن ابن جریر بن یزید الطبری، تاریخ الامم والملوک، (قاہرہ: مطبعہ الاستقامہ، ۱۹۴۹ء)، ۲ : ۶۴۷۔

(۱۱) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، (بیروت: دارالکتب العلمیہ)، ۳۴۔

(۱۲) ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی. ،ابواب المناقب، (مصر: مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۵۷ء)، ح ۳۶۶۱۔

(۱۳) محمد علی صلابی، سیدنا ابوبکر صدیق، (ریاض سعودی عرب، دارالسلام)، ۶۱۵۔

(۱۴) محمد بن جریر بن یزید طبری، تاریخ طبری، (بیروت، دار التراث)، ۲: ۲۹۰۔

(۱۵) ابوداود سلیمان بن الأشعث، سنن ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک باسناد، (صیدا–بیروت، المکتبۃ العصریۃ، س ن)، ح ۱۶۷۸

(۱۶) ابن تیمیہ احمد بن عبد الحلیم، مجموعہ فتاویٰ شیخ ابن تیمیہ، (ریاض: المطبعۃ الریاض السعودیہ ۱۳۹۸ھ)، ۱۰: ۷۳۔

(۱۷) ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی، کتاب الفتن، ح ۲۱۷۶

(۱۸) اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، (لاہور، گنج شکر پرنٹرز، اشاعت پنجم ۲۰۰۹ء)، ۱ :۳۲۳۔

(۱۹) محمد حسین ہیکل، سیرتِ عمر، (مکہ مکرمہ: مطبعہ النہضہ، س ن)، ۱۳۶۔

(۲۰) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، (قاہرہ: مطبعہ الاستقامہ، ۱۹۴۹ء)، ۲ : ۳۸۔

(۲۱) محمد اسماعیل ریحان، تاریخ امت مسلمہ، (کراچی: ادارہ النور)، ۱ : ۴۶۷

(۲۲) ابن کثیر ابوالفدا اسماعیل ابن عمر، البدایہ والنہایہ، (بیروت: مکتبہ الشرکۃ العلمیہ، س ن)، ۶ : ۳۰۵۔

(۲۳) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲ : ۳۸

(۲۴) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، (بیروت: دارالکتب العلمیہ)، ۷۵۔

(۲۵) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ح ۷۳۱۱

(۲۶) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۹۷۔

(۲۷) اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، ۱ :۳۲۳۔

(۲۸) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲ : ۲۱۰۔

(۲۹) فضل محمد یوسف زئی، فتوحاتِ شام، (لاہور: دارالناشر، ۱۴۳۴ھ)، ۴۷۔

(۳۰) ایضاً، ۴۸۔

(۳۱) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲ :۱۹۷۔

(۳۲) احمد بن یحییٰ البلاذری، فتوح البلدان، (بیروت: دارالکتب العلمیہ،) ۱: ۱۷۶۔

(۳۳) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۹۷۔

(۳۴) امام ابویوسف، کتاب الخراج، ترجمہ: مولانا نیاز احمد اکاڑوی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س، ن)، ۳۴۱۔

(۳۵) ابوعبداللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، الطبعۃ اولی ۱۴۱۰ھ)، ۲ : ۱۸۵۔

(۳۶) احمد بن یحییٰ البلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۱۷۸۔

(۳۷) ابوعبداللہ محمد بن عمر واقدی، فتوح الشام، ترجمہ: مولانا حکیم شبیر احمد انصاری، (لاہور: المیزان کریم مارکیٹ اردو بازار)، ۸۸۔

(۳۸) آلِ عمران، ۳: ۲۰۰۔

(۳۹) ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقدی، فتوح الشام، ترجمہ: مولانا حکیم شبیر احمد انصاری، ۱۰۵۔

(۴۰) ابن کثیر ابو الفدا اسماعیل ابن عمر، البدایہ والنہایہ، ۷: ۴۲۵۔

(۴۱) احمد بن یحیٰ البلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۱۶۷۔

(۴۲) ابو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۱۸۔

(۴۳) ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقدی، فتوح الشام، ترجمہ: مولانا حکیم شبیر احمد انصاری، ۲۴۴۔

(۴۴) ابنِ خلدون عبد الرحمٰن بن محمد، تاریخ ابن خلدون، ۲۱۳۔

(۴۵) سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۴۹

(۴۶) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۷۷۔

(۴۷) احمد بن یحیٰ البلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۱۷۵۔

(۴۸) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲ : ۱۸۲۔

(۴۹) احمد بن یحیٰ البلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۱۸۰۔

(۵۰) امام ابو یوسف، کتاب الخراج، ترجمہ: مولانا نیاز احمد اکاڑوی، ۳۴۱۔

(۵۱) محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۸۴

کتابیات

- القرآن
- ابن تیمیہ احمد بن عبد الحلیم، مجموعہ فتاویٰ شیخ ابن تیمیہ، (ریاض: المطبعۃ الریاض السعودیہ ۱۳۹۸ھ)
- ابنِ خلدون عبد الرحمٰن بن محمد، تاریخ ابن خلدون، (بیروت، دار الحیاء التراث العربی، س ن)
- ابن کثیر ابو الفدا اسماعیل ابن عمر، البدایہ والنہایہ، (بیروت: مکتبہ الشرکۃ العلمیہ، س ن)
- ابو داود سلیمان بن الأشعث، سنن ابو داؤد، (صیدا–بیروت، المکتبۃ العصریۃ، س ن)
- ابو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ اولی ۱۴۱۰ھ)
- ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقدی، فتوح الشام، ترجمہ: مولانا حکیم شبیر احمد انصاری، (لاہور: المیزان کریم مارکیٹ اردو بازار)
- ابو عیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی۔ ابواب المناقب، (مصر: مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۵۷ء)
- ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، (مصر: دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۲۲ھ)
- احمد بن یحیٰ البلاذری، فتوح البلدان، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)
- اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، (لاہور، گنج شکر پرنٹرز، اشاعت پنجم ۲۰۰۹ء)
- امام ابو یوسف، کتاب الخراج، ترجمہ: مولانا نیاز احمد اکاڑوی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن)
- جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)
- جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)
- صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم، (لاہور: مکتبہ، سلفیہ، س ن)
- فضل محمد یوسف زئی، فتوحاتِ شام، (لاہور: دار الناشر، ۱۴۳۴ھ)
- محمد اسماعیل ریحان، تاریخ امت مسلمہ، (کراچی: ادارہ النور)
- محمد بن ابن جریر بن یزید الطبری، تاریخ الامم والملوک، (قاہرہ: مطبعہ الاستقامہ، ۱۹۴۹ء)
- محمد بن جریر الطبری الطبری، تاریخ الامم والملوک، (قاہرہ: مطبعہ الاستقامہ، ۱۹۴۹ء)
- محمد بن جریر بن یزید طبری، تاریخ طبری، (بیروت، دار التراث)
- محمد حسین ہیکل، سیرتِ عمر، (مکہ مکرمہ: مطبعہ النہضہ، س ن)
- محمد علی صلابی، سیدنا ابو بکر صدیق، (ریاض سعودی عرب، دار السلام)

❖❖❖